THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

قرآن وسنت اور عقل کا باہمی تعلق: تعارض کے شبہات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

The Relationship Between Revelation and Reason: A Critical Study of the Alleged Conflict Between the Qur'an, Sunnah, and Intellect

Muhammad Usman
PhD Schoolar, Department of Islamic studies, The University of Lahore, Pakistan
Dr Hafiz Anas Nazar
Associate Professor, Department of Islamic studies, The University of Lahore, Pakistan

Abstract

The Qur'an, as the final revelation of Allah, and the Sunnah of Prophet Muhammad (peace be upon him) serve as the primary sources of Islamic guidance. Both are rooted in divine wisdom, with the Qur'an being revealed in both wording and meaning, and the Sunnah conveying divine meaning through the Prophet's expressions. Throughout history, critics have raised objections claiming a contradiction between revelation and human reason. This study critically examines such claims and argues that no real conflict exists between authentic revelation and sound intellect. Reason ('aql) is a significant endowment bestowed by Allah, enabling humans to distinguish truth from falsehood and elevating them above other creatures. However, its proper function depends on its alignment with divine guidance. Just as sensory faculties require external conditions—such as light for sight and air for hearing—intellect requires the illumination of revelation to function optimally. When reason operates within the framework of revelation, it leads to clarity, wisdom, and moral guidance. Conversely, when detached from divine guidance, it becomes susceptible to error, misinterpretation, and subjective biases. The study further explores the methodological harmony between reason and revelation, emphasizing that apparent contradictions arise not from the sources themselves but from flawed understanding or misuse of intellect. By establishing a balanced approach, this research demonstrates that revelation and reason are complementary rather than contradictory, providing a coherent epistemological foundation for Islamic thought.

Keywords: *Revelation, Reason, Qur'an, Sunnah, Intellect, Epistemology, Islamic Thought*

تعارفِ موضوع

قرآن وسنت اسلامی شریعت کے بنیادی اور مستند مصادر ہیں، جن کی حیثیت وحیِ الٰہی کی ہے۔ قرآن مجید اپنے الفاظ ومعانی دونوں اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہے، جبکہ سنتِ نبوی ﷺ میں معنی وحی پر مبنی ہوتے ہیں اور الفاظ نبی کریم ﷺ کے ہوتے ہیں۔ دوسری جانب عقل انسان کو عطا کی گئی ایک عظیم نعمت ہے، جو اسے دیگر مخلوقات پر برتری عطا کرتی ہے اور حق وباطل میں تمیز کی صلاحیت فراہم کرتی ہے۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں بعض معترضین نے یہ شبہ ظاہر کیا کہ شریعت کے احکام عقل کے خلاف ہیں، حالانکہ یہ دعویٰ حقیقت پر مبنی نہیں بلکہ فہم کی کمی یا عقل کے غلط استعمال کا نتیجہ ہے۔ درحقیقت، اسلام میں عقل اور وحی کے درمیان گہرا ربط اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ عقل کو وحی کی روشنی میں استعمال کرنا ہی اس کا درست اور مطلوب طریقہ ہے، کیونکہ وحی انسان کو وہ رہنمائی فراہم کرتی ہے جو عقلِ محدود خود سے حاصل نہیں کر سکتی۔ جب

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.3, No.4, 2025
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

عقل کو وحی کے تابع رکھا جائے تو وہ صحیح نتائج تک پہنچتی ہے، لیکن اگر اسے وحی سے جدا کر دیا جائے تو وہ گمراہی اور تضاد کا شکار ہو سکتی ہے۔ اس تحقیق میں قرآن و سنت اور عقل کے باہمی تعلق کا جائزہ لے کر اس امر کو واضح کیا جائے گا کہ ان کے درمیان حقیقی تعارض نہیں بلکہ مکمل موافقت اور تکامل پایا جاتا ہے۔

عقل کے منافع

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تعقل، تفکر اور تدبر کی طرف بہت سی ترغیبات دی ہیں۔ تعقل کا مطلب یہ ہے کہ عقل سے کام لیا جائے، تفکر کا مطلب یہ ہے کہ عقل استعمال کرنے کے کچھ نتائج بر آمد ہوں اور تدبر یہ ہے کہ ان بر آمدہ نتائج کے تمام اطراف وجوانب، پس وپیش، عواقب اور حکمتوں کو ظاہر کیا جائے۔ درج ذیل آیات میں اللہ تعالیٰ نے تعقل کی ترغیب دلائی ہے۔

فرمایا:

قال تعالی: ﴿ وَيُرِيكُم ءايٰتِهِ لَعَلَّكُم تَعقِلونَ ٧٣﴾ (سورۃالبقرۃ2: 73)

"وہ تمھیں اپنی آیات (نشانیاں) دکھاتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔"

یعنی وہ تمھیں بعث بعد الموت کے لیے دنیوی زندگی میں سے بعض نمونے دکھاتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔

فرمایا:

قال تعالی: ﴿ ذٰلِكُم وَصّٰىكُم بِهِ لَعَلَّكُم تَعقِلونَ ١٥١﴾ (سورۃالأنعام6: 151)

"یہ وہ باتیں ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے تاکہ تم سمجھو۔"

1 نیز فرمایا:

قال تعالی: ﴿إِنّا أَنزَلنٰهُ قُرءٰنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُم تَعقِلونَ ٢﴾ (سورۃ12:یوسف 2)

"بے شک ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں اتارا ہے تاکہ تم سمجھو۔"

نیز فرمایا:

قال تعالی: ﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الأيٰتِ لَعَلَّكُم تَعقِلونَ ٦١﴾ (سورۃالنور24: 61)

"اسی طرح اللہ تمھارے لیے احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو۔"

ان آیات اور ان کے سیاق وسباق سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ آیات الٰہیہ دکھانے، دینی احکام بتانے، انسانی آداب بیان کرنے اور قرآن کریم نازل کیے جانے کے بعد انسان اپنی عقل استعمال کرے، یعنی وحی کی حدود میں رہتے ہوئے عقل سے کام لیا جائے۔

درج ذیل آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فکر کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ فرمایا:

قال تعالی: ﴿ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الأيٰتِ لَعَلَّكُم تَتَفَكَّرونَ ٢١٩﴾ (سورۃالبقرۃ2: 219)

"اسی طرح اللہ تمھارے لیے اپنے احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو۔"

یعنی اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کے منافع اور مفسدات خود بیان کیے، پھر مفسدات کی کثرت بیان کی اور اس کے بعد منافع ومفسدات کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے تفکر کی طرف ترغیب دلائی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قال تعالی: ﴿ قُل هَل يَستَوِى الأَعمىٰ وَالبَصيرُ أَفَلا تَتَفَكَّرونَ ٥٠﴾ (سورۃالأنعام6: 50)

"کہہ دیجیے: کیا اندھا اور بینا برابر ہو سکتے ہیں؟ تو کیا تم غور وفکر نہیں کرتے؟"

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.3, No.4, 2025
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کافروں اور مومنوں کے احوال کا تقابل فرمایا ہے۔ اب تمھاری ذمہ داری ہے کہ فکر کرو اور کافروں کے طرز عمل سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ ایک جگہ فرمایا:

قال تعالی: ﴿بِالبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَأَنزَلنا إِلَيكَ الذِّكرَ لِتُبَيِّنَ لِلنّاسِ ما نُزِّلَ إِلَيهِم وَلَعَلَّهُم يَتَفَكَّرونَ ٤٤﴾ (سورۃالنحل16: 44)

”اور ہم نے آپ پر ذکر (قرآن) اتارا تاکہ آپ لوگوں کے لیے واضح کردیں جو کچھ ان کی طرف نازل کیا گیا اور تاکہ وہ غور وفکر کریں۔“

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ترتیب کے ساتھ تین چیزوں کا ذکر فرمایا ہے: قرآن کریم، نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے اس کی تشریح، یعنی قولی اور فعلی احادیث اور غور وفکر، یعنی اجتہاد۔

ان ساری آیات میں اللہ تعالیٰ نے وحی کے بعد فکر کرنے کی دعوت دی ہے اور یہ عقل استعمال کرنے کا دوسرا مقام ہے۔

درج ذیل آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تدبر کرنے کی ترغیب دی ہے۔ فرمایا:

قال تعالی: ﴿كِتٰبٌ أَنزَلنٰهُ إِلَيكَ مُبٰرَكٌ لِيَدَّبَّروا ءايٰتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الأَلبٰبِ ٢٩﴾ (سورۃص38: 29)

”ہم نے یہ بابرکت کتاب آپ کی طرف نازل کی ہے تاکہ وہ (لوگ) اس کی آیات میں تدبر کریں اور عقل مند لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔“

یعنی قرآن کریم کی آیات پر یقین کر کے تدبر کریں اور صرف تدبر پر ہی اکتفا نہ کریں بلکہ اس سے نصیحت قبول کریں۔ مزید فرمایا:

قال تعالی: ﴿ أَفَلا يَتَدَبَّرونَ القُرءانَ ۚ وَلَو كانَ مِن عِندِ غَيرِ اللَّهِ لَوَجَدوا فيهِ اختِلٰفًا كَثيرًا ٨٢﴾ (سورۃالنساء4: 82)

”تو کیا وہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے؟ اور اگر اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ یقیناً اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔“

یعنی قرآن کریم کی فصاحت وبلاغت، حق گوئی وکمال ہدایت، اس کے معانی اور غیر متناقض مقاصد میں تدبر کرنے سے یقیناً واضح ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ مزید فرمایا:

قال تعالی: ﴿أَفَلَم يَدَّبَّرُوا القَولَ ﴾ (سورۃالمؤمنون23: 68)

”کیا پھر انھوں نے اس کلام میں تدبر نہیں کیا؟“

نیز فرمایا:

قال تعالی: ﴿ أَفَلا يَتَدَبَّرونَ القُرءانَ ۚ﴾ (سورۃمحمد47: 24)

”کیا پھر یہ لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے؟“

مندرجہ بالا آیات سے واضح ہوا کہ تفکر اور تدبر کے لیے عقل سے کام لینا آیات الٰہیہ کی حقانیت، قرآن کریم اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صداقت کے لیے یقیناً مفید کام ہے لیکن سورۂ نحل کی آیت نمبر 44 کی ترتیب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، یعنی قرآن کریم کی شرح (حدیث وسنت) تسلیم کرنے کے بعد سمجھ بوجھ اور غور وفکر مفید ہوگا اور یہ عقل کا جائز اور مناسب مقام ہے۔

The Study of Religion and History

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

عقل کے مفاسد

وحی کے بغیر اگر عقل کا استعمال ہو تو ایسی عقل کو مفسد (نقصان دہ) عقل کہا جاسکتا ہے کیونکہ جب بھی کسی نے عقل کو وحی کی روشنی کے بغیر استعمال کیا تو اس کے نتیجے میں بہت سے مفاسد ظاہر ہوئے۔ اس کی کئی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ جب نص صریح کے ذریعے ابلیس کو حکم دیا گیا کہ آدم علیہ السّلام کو سجدہ کرو تو اس نے وحی پر عمل کرنے کے بجائے اپنی عقل کو استعمال کرتے ہوئے کہا:

قال تعالی: ﴿ قالَ ما مَنَعَكَ أَلّا تَسجُدَ إِذ أَمَرتُكَ قالَ أَناْ خَيرٌ مِنهُ خَلَقتَني مِن نارٍ وَخَلَقتَهُ مِن طينٍ ١٢ ﴾ (سورۃالأعراف7: 12)

میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔

اور اس عقلی استدلال کا دوسرا جملہ پوشیدہ ہے اور وہ یہ کہ "آگ مٹی سے بہتر ہے۔" جبکہ یہ دلیل حقیقت کے خلاف اور منافی ہے کیونکہ اگر آگ اور مٹی کے منافع کا تقابل کیا جائے تو یقینا معلوم ہو گا کہ مٹی کے منافع و فوائد آگ سے زیادہ ہیں، نیز اس کی یہ دلیل اس وجہ سے بھی باطل ہے کہ یہ نص الٰہی کے مقابل اور مخالف ہے۔ پس وحی کے مقابلے میں عقل استعمال کرنے کی وجہ سے ابلیس ذلت اور لعنت کا مستحق ٹھہرا۔ اسی وجہ سے علماء نے لکھا ہے: "سب سے پہلے ابلیس نے نص کے مقابلے میں قیاس سے کام لیا۔" بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے مطالبہ کیا کہ جہاد کرنے کے لیے ان کا امیر مقرر فرما دیں تو اللہ تعالیٰ نے اس نبی کی وساطت سے طالوت کو ان کا امیر مقرر فرمایا لیکن بنی اسرائیل نے اس نص شرعی کے مقابلے میں اپنی عقل کو استعمال کیا اور کہا کہ ہم نسب اور مال کے لحاظ سے طالوت کی نسبت امارت کے زیادہ اہل ہیں، یعنی ان کے نزدیک امارت اور سیاست کا تعلق سرمایہ داری کے ساتھ تھا، جیسا کہ ان کے ہاں اب بھی یہی نظام رائج ہے۔ نص شرعی کے مقابلے میں اپنی عقل استعمال کرنے کی وجہ سے یہی لوگ نہر عبور کرتے وقت پانی نہ پینے کی آزمائش میں ناکام ہو کر ذلیل اور گناہ گار بن گئے۔ (سورۃالبقرۃ2: 247-252)

یہ بات مسلمہ اور تاریخ سے ثابت ہے کہ یونان کے حکماء بڑے سائنس دان اور فلسفی تھے۔ طبیعیات اور ریاضی کے امام سمجھے جاتے تھے لیکن اس کے باوجود ان میں سے اکثر کفر و شرک میں مبتلا تھے جن میں سے ارسطو کا نام مشہور و معروف ہے۔ اس طرح اب بھی بڑے بڑے ایسے سائنس دان موجود ہیں جنھوں نے عقل کے ذریعے سے دنیوی زندگی میں ترقی کے لیے نمایاں کردار ادا کیا ہے لیکن ان میں سے جو لوگ وحی الٰہی کی روشنی سے محروم ہیں وہ کفر و شرک اور گمراہی میں مبتلا ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قال تعالی: ﴿ يَعلَمونَ ظٰهِرًا مِنَ الحَيوٰةِ الدُّنيا وَهُم عَنِ الـٔاخِرَةِ هُم غٰفِلونَ ٧ ﴾ (سورۃالروم30: 7)

"وہ دنیاوی زندگی کے ظاہر ہی کو جانتے ہیں اور وہ آخرت کی طرف سے یکسر غافل ہیں۔"

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے لوگوں کے بارے میں فرمایا:

قال تعالی: ﴿ فَصَدَّهُم عَنِ السَّبيلِ وَكانوا مُستَبصِرينَ ٣٨ ﴾ (سورۃالعنکبوت29: 38)

"شیطان نے انھیں سیدھی راہ سے روک دیا، حالانکہ وہ (دنیوی ترقی میں) بہت ہوشیار تھے۔"

لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو عقل مند قرار نہیں دیا کیونکہ حقیقت میں عقل وہ ہے جو وحی کے تابع ہو جبکہ ان لوگوں نے وحی کی مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے دو طریقوں سے ایسے لوگوں کی عقل کی نفی فرمائی۔

مطلق نفی عقل

اللہ تعالیٰ نے عام کافروں کے متعلق فرمایا:

قال تعالی: ﴿ صُمٌّ بُكمٌ عُميٌ فَهُم لا يَرجِعونَ ﴿١٨﴾ (سورۃالبقرۃ2: 18)

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

”وہ بہرے، گونگے، اندھے ہیں، لہٰذا وہ عقل نہیں رکھتے۔“

نیز فرمایا:

قال تعالی: ﴿ قُلِ الحَمدُ لِلَّهِ ۚ بَل أَكثَرُهُم لا يَعقِلونَ ٦٣﴾ (سورۃالعنکبوت29: 63)

”کہہ دیجیے: تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ بلکہ ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔“

اہل کتاب کے متعلق فرمایا:

قال تعالی: ﴿ تَحسَبُهُم جَميعًا وَقُلوبُهُم شَتّىٰ ۚ ذٰلِكَ بِأَنَّهُم قَومٌ لا يَعقِلونَ ١٤﴾ (سورۃالحشر59: 14)

”تم ان کو متحد خیال کرتے ہو، حالانکہ ان کے دل جدا جدا ہیں، اس لیے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔“

منافقوں کے متعلق فرمایا:

قال تعالی: ﴿إِنَّ شَرَّ الدَّوابِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ البُكمُ الَّذينَ لا يَعقِلونَ٢٢﴾ (سورۃالأنفال8: 22)

”بے شک اللہ کے نزدیک بد ترین حیوان وہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔“

کسی خاص وجہ سے نفیِ تعقل

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قال تعالی: ﴿ أَتَأمُرونَ النّاسَ بِالبِرِّ وَتَنسَونَ أَنفُسَكُم وَ أَنتُم تَتلونَ الكِتٰبَ ۚ أَفَلا تَعقِلونَ ٤٤﴾ (سورۃالبقرۃ2: 44)

”کیا تم لوگوں کو تو نیکی کا حکم کرتے ہو اور اپنے آپ کو بھلا دیتے ہو، حالانکہ تم کتاب الٰہی پڑھتے ہو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟“

اس آیت سے واضح ہوا کہ علم پر عمل نہ کرنا بے عقلی ہے۔ ایک موقع پر فرمایا:

قال تعالی: ﴿ يٰأَهلَ الكِتٰبِ لِمَ تُحاجّونَ فى إِبرٰهيمَ وَما أُنزِلَتِ التَّورىٰةُ وَالإِنجيلُ إِلّا مِن بَعدِهِ ۚ أَفَلا تَعقِلونَ ٦٥﴾ (سورۃآل عمران3: 65)

”اے اہل کتاب! تم ابراہیم (کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو؟ حالانکہ تورات اور انجیل تو ان کے بعد نازل کی گئی تھیں کیا تم عقل نہیں رکھتے؟“

یعنی ملت ابراہیمی کے متعلق جھگڑنا بے عقلی ہے۔ اور فرمایا:

قال تعالی: ﴿ وَلَلدّارُ الءاخِرَةُ خَيرٌ لِلَّذينَ يَتَّقونَ ۗ أَفَلا تَعقِلونَ ٣٢﴾ (سورۃالأنعام6: 32)

”البتہ آخرت کا گھر ان کے لیے بہت بہتر ہے جو متقی ہیں تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟“

یعنی دنیا کو آخرت اور جنت کے مقابلے میں پسند کرنا بے عقلی ہے۔

اسی طرح اختصار کے ساتھ چند آیات کے حوالے پیش کیے جاتے ہیں جن میں کچھ افعال اور صفات مذمومہ کو بے عقلی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

رسول کا انکار کرنا۔ (سورۃ یونس10:16) قرآن کریم کا انکار کرنا۔ (سورۃ الانبیاء21:10) بتوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا۔ (سورۃ الانبیاء21:67) شرعی اذان کے ساتھ استہزا کرنا۔ (سورۃ المائدۃ5:58) اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا۔ (سورۃ المائدۃ5:103)

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.3, No.4, 2025
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر غور و فکر نہ کرنا۔(سورۃ یس 68:36) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کرنا۔(سورۃ الحجرات 4:49) پس معلوم ہوا کہ مذکورہ اعتقادات و اعمال کا، جو بذریعۂ وحی ثابت ہیں، تمسخر اڑانا اور ان پر عمل ترک کر کے صرف اپنی عقل و دانش کو کافی سمجھنا بے عقلی اور احمق پن کے مظاہر ہیں۔

☆**حاصل بحث:** اللہ تعالیٰ نے عقلِ انسانی کو وحیِ الٰہی کے تابع بنایا اور جس نے عقل کو وحی کے تابع رکھا اس کی عقل نے، عقلِ نافع کا کردار اپنایا اور جس نے عقل کو وحی کے مقابلے میں استعمال کیا وہ گمراہ ہو گیا اور یہ عقل فاسد کا نتیجہ ہے۔

پرویزیت اور عقل

پرویزی لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ان کے ہاں عقل کو وحی پر تفوق حاصل ہے۔ اگرچہ وہ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم وحی کو عقل سے برتر سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ سراسر دھوکا ہے۔ عقل کو وحی پر تفوق دینے کا ثبوت ان کے نام نہاد طلوعِ اسلام کے تحریکی لٹریچر کے مطالعے سے مل سکتا ہے۔ درج ذیل سطور میں اس کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔

1۔ مسئلۂ تقدیر اور جزا و سزا کے متعلق پرویز کا نظریہ معتزلہ کے عین مطابق ہے۔ لکھتے ہیں: خدا نے کائنات پیدا کر کے ہر چیز کے پیمانے یا قوانین مقرر فرمائے ہیں۔ اب وہ خود (اللہ تعالیٰ) ان قوانین کا پابند بن گیا ہے۔ ہر عمل کا ایک لازمی نتیجہ ہے جو ان قوانین کے تحت ظہور میں آتا ہے۔ ان نتائج کو روکنا یا ختم کرنا اللہ تعالیٰ کے قوانین کی خلاف ورزی ہے۔(غلام احمد پرویز، 1994ء، ص:30)

انھوں نے تقدیر کا معنی پیمانے کیا ہے اور ان کے عقیدے کی رو سے جہاں انسان کو اپنے اعمال کا مختار کل قرار دیا گیا ہے وہاں خدا کی مغفرت اور انبیاء و صالحین کی شفاعت کا عقیدہ بھی باطل قرار پاتا ہے۔ یہی معتزلہ کا عقیدہ ہے وہ انسان کو اپنے اعمال کا خالق (مختار کل) سمجھتے ہیں، نیز پرویز کے عقیدے سے محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کی مغفرت نہیں کر سکتا اور وہ انبیاء و صالحین کی شفاعت کا بھی منکر ہے۔ یہ معتزلہ سے بڑھ کر باطل عقیدہ ہے۔

2۔ معجزات سے انکار کے سلسلے میں پرویز صاحب سر سید احمد خان کے مقلد ہیں کہ وہ خلاف فطرت کوئی بات تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ سابقہ انبیاء کے معجزات کے بارے میں جتنی آیات وارد ہیں ان سب کی اپنی عقلی روش کے مطابق تاویل کی ہے اور آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صراحت کے ساتھ کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی حسی معجزہ نہیں دیا گیا۔ ان کا دعویٰ ہے کہ قرآن کریم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حسی معجزہ ثابت نہیں ہوتا اور جن آیات سے معجزات ثابت ہوتے ہیں ان میں بے جا تاویلات کی گئی ہیں۔

3۔ نظریۂ ارتقا کے مسئلے میں سر سید سے آگے بڑھ کر اس نظریے کو قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔(پرویز، 2009ء، ص:32)

فرشتوں، ابلیس اور آدم علیہ السّلام کے بارے میں دور از فہم تاویلات کر کے ارتقا ثابت کرنے کے لیے راستہ کھول دیا ہے۔

4۔ طاہرہ کے نام خط لکھ کر عائلی نظام میں مرد کے تفوق کو یکسر ختم کر دیا ہے اور اپنی ناقص عقل کے ذریعے سے اس نظریے کو قرآن کریم سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

5۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جگہ مرکز ملت کا تصور قرآن سے ثابت کرنے کی سعی باطل کی ہے اور تشریعی احکام کے جملہ اختیارات مرکز ملت کو تفویض کیے ہیں۔

6۔ اپنی باطل تاویلات کے لیے فضا ہموار کرنے کے لیے احادیث کو ماننے سے انکار کیا اور صرف ان احادیث کا اقرار کیا ہے جو اس کے جدید "قرآنی فہم" کے مطابق ہوں۔

7۔ قرآن کریم کی مروجہ اصطلاحات کو نئے معانی و مفاہیم عطا کیے۔ عبادت، ملائکہ، صلاۃ، زکاۃ، قیامت، جنت اور جہنم کا مروجہ شرعی مفہوم یکسر بدل دیا ہے۔ یہ تمام غلط عقائد عقل کو وحی پر تفوق دینے کا نتیجہ ہیں۔ چونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا یہ نظریہ مسلمانان عالم کے عقائد سے صریح متصادم ہے، اس لیے سلیم کے نام سولھویں خط میں لکھا ہے: "میرا اندازہ ہے کہ قرآن (پرویز صاحب کی قرآنی بصیرت) کو سمجھیں گے تو مغرب کے مفکرین سمجھیں گے۔" (کیونکہ وہ لوگ شریعت سے واقف نہیں بلکہ اس کے دشمن ہیں۔)

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.3, No.4, 2025
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

اور ستر ھویں خط میں لکھتے ہیں: "مجھے مغربی اقوام کی سر زمین قرآنی پیغام کے لیے زیادہ ساز گار معلوم ہوتی ہے کیونکہ وہاں عقل ہے مُلّا ازم کی جہالت اور تنگ نظری نہیں ہے۔"

(اس قسم کے پرویزی افکار پر مبنی بہت سے پراگندہ خطبات و خیالات کی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔)

ثابت ہوا کہ پرویز صاحب نے اپنے اس طرز عمل سے اہل مغرب کو خوش رکھنے کا تہیہ کر رکھا تھا، جیسا کہ ان کے ہم نوا مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی اہل مغرب کے ساتھ تعاون کرنے میں تمام کوششیں صرف کی تھیں۔

معترضین کے چند اعتراضات اور ان کے جواب:

معترضین کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے متعدد احادیث خلاف عقل ہیں بلکہ بعض میں عریانیت پائی جاتی ہے، لہٰذا لائق اعتبار نہیں۔"

جواب: ہمیں یقین ہے کہ ہمارا دین انتہائی معقول ہے، قرآن و حدیث کی کوئی بات خلاف عقل نہیں۔ اگر ہمیں کوئی چیز خلاف عقل نظر آتی ہے تو اسے اپنی عقل کی کمی پر محمول کرنا چاہیے، اور اسے کسی صاحبِ عقل اور اہل بصیرت کے ہاں پیش کرنا چاہیے۔ یہ حضرات تسلی بخش عقلی جواب دے کر یقین و اطمینان کا سامان مہیا کر دیں گے۔ یہ ناممکن ہے کہ اللہ کا رسول کوئی ایسی بات کہے جو عقل و درایت کے معیار پر پوری نہ اترتی ہو کیونکہ آپ اللہ کے فرستادہ اور جوامع الکلم کے حامل ہیں۔ آپ کا ہر ہر قول اور ہر ہر فعل نور وحکمت اور علم و معرفت سے بھرا ہوا ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ذخیرۂ احادیث میں ایک حدیث بھی ایسی نہیں جو خلاف عقل ہو، البتہ حدیث کی جانچ پڑتال کے لیے عقل کی سلامتی شرط لازم کی حیثیت رکھتی ہے۔ مریض یا بیمار عقل یا وہ عقل جو کسی تعصب کے زیر اثر ہو، ایسی شتر بے مہار عقل کو نقد حدیث کی اجازت دینے کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے خود اس بات کا سامان مہیا کر دیا ہے کہ سنت صحیحہ کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ پھر ہر انسان کی عقل کو نقد حدیث کی اجازت دینا خود خلاف عقل ہے کیونکہ مختلف اشخاص کے اعتبار سے عقل کے مدارج بھی مختلف ہیں۔ باقی رہا احادیث میں عریانیت کا مسئلہ تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ بلاشبہ گفتگو میں عریانی اخلاقاً معیوب ہے لیکن جب ضرورتِ داعی ہو تو پھر اس عریانی کا تذکرہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ ضروری بھی ہے، چنانچہ بعض ضرورتوں کے پیش نظر قرآن عزیز نے بھی ایسا انداز بیان اختیار کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قال تعالیٰ: ﴿ وَمَرۡيَمَ ابۡنَتَ عِمۡرٰنَ الَّتِىۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِنَا ﴾ (سورۃالتحریم66: 12)

"عمران کی بیٹی مریم نے اپنی شرمگاہ کو پاک رکھا اور ہم نے اس شرمگاہ میں اپنی طرف سے روح پھونک دی۔"

اس مقام پر عریانی ہی کی ضرورت تھی کیونکہ مصلحت کا یہی تقاضا تھا۔ ایک دوسرے مقام پر محرمات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

قال تعالیٰ: ﴿ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِىۡ فِىۡ حُجُوۡرِكُمۡ مِّنۡ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِىۡ دَخَلۡتُمۡ بِهِنَّ ﴾ (سورۃالنساء4: 23)

"اور تمھاری بیویوں کی وہ لڑکیاں جو تمھاری گود میں پرورش پا رہی ہوں بشرطیکہ تم اپنی بیویوں سے دخول کر چکے ہو۔ (یہ لڑکیاں بھی حرام ہیں)۔"

ربیبہ سے نکاح کی حرمت کے ذکر میں اس کی والدہ کے متعلق جس شرط کا ذکر ہے وہ ازدواجی تعلقات کی آخری صورت ہے۔ اس میں عریانی ہے لیکن اس کے بغیر چارہ ہی نہیں تھا، کیا اس عریانیت پر مشتمل آیات کے پیش نظر سارے قرآن کا انکار کر دیا جائے؟ احادیث مبارکہ کا بھی یہی حال ہے کیونکہ جس عریانیت کا حوالہ دیا جاتا ہے وہ کسی عوامی تقریر میں نہیں بلکہ درس و تدریس اور تعلیم و تعلم کے سلسلے میں ہے جس میں بعض بچے (صحابہ کرام) اپنی ماؤں (امہات المؤمنین) سے طہارت و پاکیزگی سے متعلق چند مسائل دریافت کرتے ہیں۔ چونکہ وہ سنت کو شرعی حجت سمجھتے ہیں اس لیے چاہتے ہیں کہ یہ مسائل رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قول یا فعل یا تقریر سے حل ہوں۔ اب ایک تو یہاں علم و فہم کا تقاضا ہے اور دوسرا اخلاق و پردہ داری کا، اگر اس مقام پر رسمی اخلاقی اقدار کا لحاظ کیا جائے تو مسائل سمجھ میں نہیں آئیں گے، نہ سائل کو ان کے بارے میں کوئی اطمینان حاصل ہو گا۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات دین ہے، جو فطرت و عقل سے ہم آہنگ ہے۔ قرآن و سنت کی تعلیمات ہمیں غور و فکر تدبر کی دعوت دیتی ہے، اس کے لیئے درج ذیل اصول کو سمجھنا ضروری ہے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

1۔ عقل و نقل (کتاب وسنت) کا تعلق

اسلامی تعلیمات میں عقل اور نقل کے درمیان کوئی تعارض نہیں، بلکہ ایک توازن اور ہم آہنگی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **"الصحيح المنقول لا يخالف الصريح المعقول"**(ابن جبرین،http://www.islamweb.net) صحیح نقل کبھی بھی صریح عقل کے خلاف نہیں ہوسکتی۔ یہ اصول ہمیں بتاتا ہے اگر کوئی مقام ایسا آتا ہے جہاں پر عقل اور نقل میں تعارض پایا جاتا ہے یا تو عقل کا صحیح استعمال نہیں ہو رہا یا پھر نقل کی صحیح تفہیم نہیں ہو رہی۔ اب ہم ان چند نصوص کا ذکر کرتے ہیں جن پر معترضین نے اعتراض کیا ہے۔

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

اعتراض: ایک شخص کا ایک ہی رات میں زمینی اور آسمانی سفر کا کر لینا، اور اسی اثناء میں جنت اور دوجھنم کو دیکھنا، اور پھر واپس آجانا عقل کے دائرے سے باہر لگتا ہے۔

جواب: قرآن مجید میں اللہ تعالی کا فرمان ہے۔

قال تعالى: ﴿ سُبۡحَٰنَ ٱلَّذِىٓ أَسۡرَىٰ بِعَبۡدِهِۦ لَيۡلٗا مِّنَ ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡحَرَامِ ﴾ (سورة الإسراء17:1)

پاک ہے وہ ذات جو رات کے ایک حصے میں اپنے بندے کو حرمت والی مسجد سے بہت دور اس مسجد تک لے گیا جس کے ارد گرد کو ہم نے بہت برکت دی ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ، عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ:" «لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَسْجِدِ الْكَعْبَةِ أَنَّهُ جَاءَهُ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ قَبْلَ أَنْ يُوحَى إِلَيْهِ وَهُوَ نَائِمٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، فَقَالَ: أَوَّلُهُمْ أَيُّهُمْ هُوَ، فَقَالَ: أَوْسَطُهُمْ هُوَ خَيْرُهُمْ، فَقَالَ: آخِرُهُمْ خُذُوا خَيْرَهُمْ، فَكَانَتْ تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَلَمْ يَرَهُمْ حَتَّى أَتَوْهُ لَيْلَةً أُخْرَى فِيمَا يَرَى قَلْبُهُ، وَتَنَامُ عَيْنُهُ، وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ، وَكَذَلِكَ الْأَنْبِيَاءُ تَنَامُ أَعْيُنُهُمْ وَلَا تَنَامُ قُلُوبُهُمْ، فَلَمْ يُكَلِّمُوهُ حَتَّى احْتَمَلُوهُ فَوَضَعُوهُ عِنْدَ بِئْرِ زَمْزَمَ، فَتَوَلَّاهُ مِنْهُمْ جِبْرِيلُ، فَشَقَّ جِبْرِيلُ مَا بَيْنَ نَحْرِهِ إِلَى لَبَّتِهِ حَتَّى فَرَغَ مِنْ صَدْرِهِ وَجَوْفِهِ، فَغَسَلَهُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ بِيَدِهِ حَتَّى أَنْقَى جَوْفَهُ، ثُمَّ أُتِيَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ فِيهِ تَوْرٌ مِنْ ذَهَبٍ مَحْشُوًّا إِيمَانًا وَحِكْمَةً، فَحَشَا بِهِ صَدْرَهُ وَلَغَادِيدَهُ يَعْنِي عُرُوقَ حَلْقِهِ ثُمَّ أَطْبَقَهُ، ثُمَّ عَرَجَ بِهِ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَضَرَبَ بَابًا مِنْ أَبْوَابِهَا، فَنَادَاهُ أَهْلُ السَّمَاءِ مَنْ هَذَا، فَقَالَ جِبْرِيلُ: قَالُوا: وَمَنْ مَعَكَ؟، قَالَ: مَعِيَ مُحَمَّدٌ، قَالَ: وَقَدْ بُعِثَ؟، قَالَ: نَعَمْ، قَالُوا: فَمَرْحَبًا بِهِ وَأَهْلًا، فَيَسْتَبْشِرُ بِهِ أَهْلُ السَّمَاءِ لَا يَعْلَمُ أَهْلُ السَّمَاءِ بِمَا يُرِيدُ اللَّهُ بِهِ فِي الْأَرْضِ حَتَّى يُعْلِمَهُمْ، فَوَجَدَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا آدَمَ، فَقَالَ لَهُ جِبْرِيلُ: هَذَا أَبُوكَ آدَمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَرَدَّ عَلَيْهِ آدَمُ، وَقَالَ: مَرْحَبًا وَأَهْلًا بِابْنِي نِعْمَ الِابْنُ أَنْتَ فَإِذَا هُوَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا بِنَهَرَيْنِ يَطَّرِدَانِ، فَقَالَ: مَا هَذَانِ النَّهَرَانِ يَا جِبْرِيلُ؟، قَالَ: هَذَا النِّيلُ وَالْفُرَاتُ عُنْصُرُهُمَا، ثُمَّ مَضَى بِهِ فِي السَّمَاءِ، فَإِذَا هُوَ بِنَهَرٍ آخَرَ عَلَيْهِ قَصْرٌ مِنْ لُؤْلُؤٍ وَزَبَرْجَدٍ، فَضَرَبَ يَدَهُ، فَإِذَا هُوَ مِسْكٌ أَذْفَرُ، قَالَ: مَا هَذَا يَا جِبْرِيلُ؟، قَالَ: هَذَا الْكَوْثَرُ الَّذِي خَبَأَ لَكَ رَبُّكَ، ثُمَّ عَرَجَ بِهِ إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ، فَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ لَهُ: مِثْلَ مَا قَالَتْ لَهُ الْأُولَى مَنْ هَذَا قَالَ جِبْرِيلُ: قَالُوا وَمَنْ مَعَكَ؟، قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوا: وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟، قَالَ: نَعَمْ، قَالُوا: مَرْحَبًا بِهِ وَأَهْلًا، ثُمَّ عَرَجَ بِهِ إِلَى السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ، وَقَالُوا لَهُ: مِثْلَ مَا قَالَتِ الْأُولَى وَالثَّانِيَةُ، ثُمَّ عَرَجَ بِهِ إِلَى الرَّابِعَةِ، فَقَالُوا لَهُ: مِثْلَ ذَلِكَ، ثُم عَرَجَ بِهِ إِلَى السَّمَاءِ الْخَامِسَةِ، فَقَالُوا: مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ عَرَجَ بِهِ إِلَى السَّمَاءِ السَّادِسَةِ، فَقَالُوا لَهُ: مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ عَرَجَ بِهِ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ، فَقَالُوا لَهُ: مِثْلَ ذَلِكَ كُلُّ سَمَاءٍ فِيهَا أَنْبِيَاءُ قَدْ سَمَّاهُمْ، فَأَوْعَيْتُ مِنْهُمْ إِدْرِيسَ فِي الثَّانِيَةِ، وَهَارُونَ فِي الرَّابِعَةِ، وَآخَرَ فِي الْخَامِسَةِ، لَمْ أَحْفَظْ اسْمَهُ، وَإِبْرَاهِيمَ فِي السَّادِسَةِ، وَمُوسَى فِي السَّابِعَةِ، بِتَفْضِيلِ كَلَامِ اللَّهِ، فَقَالَ مُوسَى: رَبِّ لَمْ أَظُنَّ أَنْ يُرْفَعَ عَلَيَّ أَحَدٌ، ثُمَّ عَلَا بِهِ فَوْقَ ذَلِكَ بِمَا لَا يَعْلَمُهُ إِلَّا اللَّهُ، حَتَّى جَاءَ سِدْرَةَ الْمُنْتَهَى، وَدَنَا لِلْجَبَّارِ رَبِّ الْعِزَّةِ، فَتَدَلَّى، حَتَّى كَانَ مِنْهُ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى، فَأَوْحَى اللَّهُ فِيمَا أَوْحَى

إِلَيْهِ خَمْسِينَ صَلَاةً عَلَى أُمَّتِكَ كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، ثُمَّ هَبَطَ حَتَّى بَلَغَ مُوسَى، فَاحْتَبَسَهُ مُوسَى، فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ: مَاذَا عَهِدَ إِلَيْكَ رَبُّكَ، قَالَ: عَهِدَ إِلَيَّ خَمْسِينَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، قَالَ: إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيعُ ذَلِكَ فَارْجِعْ، فَلْيُخَفِّفْ عَنْكَ رَبُّكَ وَعَنْهُمْ، فَالْتَفَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جِبْرِيلَ كَأَنَّهُ يَسْتَشِيرُهُ فِي ذَلِكَ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ جِبْرِيلُ، أَنْ نَعَمْ إِنْ شِئْتَ فَعَلَا بِهِ إِلَى الْجَبَّارِ، فَقَالَ وَهُوَ مَكَانَهُ:" يَا رَبِّ، خَفِّفْ عَنَّا فَإِنَّ أُمَّتِي لَا تَسْتَطِيعُ هَذَا فَوَضَعَ عَنْهُ عَشْرَ صَلَوَاتٍ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى مُوسَى، فَاحْتَبَسَهُ فَلَمْ يَزَلْ يُرَدِّدُهُ مُوسَى إِلَى رَبِّهِ حَتَّى صَارَتْ إِلَى خَمْسِ صَلَوَاتٍ، ثُمَّ احْتَبَسَهُ مُوسَى عِنْدَ الْخَمْسِ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، وَاللَّهِ لَقَدْ رَاوَدْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ قَوْمِي عَلَى أَدْنَى مِنْ هَذَا، فَضَعُفُوا، فَتَرَكُوهُ، فَأُمَّتُكَ أَضْعَفُ أَجْسَادًا وَقُلُوبًا وَأَبْدَانًا وَأَبْصَارًا وَأَسْمَاعًا، فَارْجِعْ، فَلْيُخَفِّفْ عَنْكَ رَبُّكَ كُلَّ ذَلِكَ يَلْتَفِتُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جِبْرِيلَ لِيُشِيرَ عَلَيْهِ وَلَا يَكْرَهُ ذَلِكَ جِبْرِيلُ، فَرَفَعَهُ عِنْدَ الْخَامِسَةِ، فَقَالَ: يَا رَبِّ، إِنَّ أُمَّتِي ضُعَفَاءُ أَجْسَادُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ وَأَسْمَاعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَأَبْدَانُهُمْ، فَخَفِّفْ عَنَّا، فَقَالَ الْجَبَّارُ: يَا مُحَمَّدُ، قَالَ: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ: إِنَّهُ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ كَمَا فَرَضْتُهُ عَلَيْكَ فِي أُمِّ الْكِتَابِ، قَالَ: فَكُلُّ حَسَنَةٍ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا فَهِيَ خَمْسُونَ فِي أُمِّ الْكِتَابِ وَهِيَ خَمْسٌ عَلَيْكَ، فَرَجَعَ إِلَى مُوسَى، فَقَالَ: كَيْفَ فَعَلْتَ؟، فَقَالَ: خَفَّفَ عَنَّا أَعْطَانَا بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا، قَالَ مُوسَى: قَدْ وَاللَّهِ رَاوَدْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى أَدْنَى مِنْ ذَلِكَ، فَتَرَكُوهُ ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَلْيُخَفِّفْ عَنْكَ أَيْضًا، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مُوسَى، قَدْ وَاللَّهِ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّي مِمَّا اخْتَلَفْتُ إِلَيْهِ، قَالَ: فَاهْبِطْ بِاسْمِ اللَّهِ، قَالَ: وَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ فِي مَسْجِدِ الْحَرَامِ".»(البخاری،1422ھ،رقم الحدیث:7517) (المسلم،1422ھ،رقم الحدیث:162)

”ہم سے عبد العزیز بن عبد اللہ اویسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، ان سے شریک بن عبد اللہ بن ابی نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے وہ واقعہ بیان کیا جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد کعبہ سے معراج کے لیے لے جایا گیا کہ وحی آنے سے پہلے آپ کے پاس فرشتے آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام میں سوئے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے پوچھا کہ وہ کون ہیں؟ دوسرے نے جواب دیا کہ وہ ان میں سب سے بہتر ہیں تیسرے نے کہا کہ ان میں جو سب سے بہتر ہیں انہیں لے لو۔ اس رات کو بس اتنا ہی واقعہ پیش آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد انہیں نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ وہ دوسری رات آئے جب کہ آپ کا دل دیکھ رہا تھا اور آپ کی آنکھیں سو رہی تھیں۔ لیکن دل نہیں سو رہا تھا۔ انبیاء کا یہی حال ہوتا ہے۔ ان کی آنکھیں سوتی ہیں لیکن ان کے دل نہیں سوتے۔ چنانچہ انہوں نے آپ سے بات نہیں کی۔ بلکہ آپ کو اٹھا کر زمزم کے کنویں کے پاس لائے۔ یہاں جبرائیل علیہ السلام نے آپ کا کام سنبھالا اور آپ کے گلے سے دل کے نیچے تک سینہ چاک کیا اور سینے اور پیٹ کو پاک کر کے زمزم کے پانی سے اسے اپنے ہاتھ سے دھویا یہاں تک کہ آپ کا پیٹ صاف ہو گیا۔ پھر آپ کے پاس سونے کا طشت لایا گیا جس میں سونے کا ایک برتن ایمان و حکمت سے بھرا ہوا تھا۔ اس سے آپ کے سینے اور حلق کی رگوں کو سیا اور اسے برابر کر دیا۔ پھر آپ کو لے کر آسمان دنیا پر چڑھے اور اس کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر دستک دی۔ آسمان والوں نے ان سے پوچھا آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ جبرائیل انہوں نے پوچھا اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا کہ میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جواب دیا کہ ہاں۔ آسمان والوں نے کہا خوب اچھے آئے اور اپنے ہی لوگوں میں آئے ہو۔ آسمان والے اس سے خوش ہوئے۔ ان میں سے کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ زمین میں کیا کرنا چاہتا ہے جب تک وہ انہیں بتا نہ دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان دنیا پر آدم علیہ السلام کو پایا۔ جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ یہ آپ کے بزرگ ترین دادا آدم ہیں آپ انہیں سلام کیجئے۔ آدم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا۔ کہا کہ خوب اچھے آئے اور اپنے ہی لوگوں میں آئے ہو۔ مبارک ہو اپنے بیٹے کو، آپ کیا ہی اچھے بیٹے ہیں۔ آپ نے آسمان دنیا میں دو نہریں دیکھیں جو بہہ رہی تھیں۔ پوچھا

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

اے جبرائیل! یہ نہریں کیسی ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ نیل اور فرات کا منبع ہے۔ پھر آپ آسمان پر اور چلے تو دیکھا کہ ایک دوسری نہر ہے جس کے اوپر موتی اور زبرجد کا محل ہے۔ اس پر اپنا ہاتھ مارا تو وہ مشک ہے۔ پوچھا: جبرائیل! یہ کیا ہے؟ جواب دیا کہ یہ کوثر ہے جسے اللہ نے آپ کے لیے محفوظ رکھا ہے۔ پھر آپ دوسرے آسمان پر چڑھے۔ فرشتوں نے یہاں بھی وہی سوال کیا جو پہلے آسمان پر کیا تھا۔ کون ہیں؟ کہا: جبرائیل۔ پوچھا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ فرشتے بولے انہیں مرحبا اور بشارت ہو۔ پھر آپ کو لے کر تیسرے آسمان پر چڑھے اور یہاں بھی وہی سوال کیا جو پہلے اور دوسرے آسمان پر کیا تھا۔ پھر چوتھے آسمان پر لے کر چڑھے اور یہاں بھی وہی سوال کیا۔ پھر پانچویں آسمان پر آپ کو لے کر چڑھے اور یہاں بھی وہی سوال کیا پھر چھٹے آسمان پر آپ کو لے کر چڑھے اور یہاں بھی وہی سوال کیا۔ پھر آپ کو لے کر ساتویں آسمان پر چڑھے اور یہاں بھی وہی سوال کیا۔ ہر آسمان پر انبیاء ہیں جن کے نام آپ نے لیے۔ مجھے یہ یاد ہے کہ ادریس علیہ السلام دوسرے آسمان پر، ہارون علیہ السلام چوتھے آسمان پر، اور دوسرے نبی پانچویں آسمان پر۔ جن کے نام مجھے یاد نہیں اور ابراہیم علیہ السلام چھٹے آسمان پر اور موسیٰ علیہ السلام ساتویں آسمان پر۔ یہ انہیں اللہ تعالیٰ نے شرف ہم کلامی کی وجہ سے فضیلت ملی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میرے رب! میرا خیال نہیں تھا کہ کسی کو مجھ سے بڑھایا جائے گا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام انہیں لے کر اس سے بھی اوپر گئے جس کا علم اللہ کے سوا اور کسی کو نہیں یہاں تک کہ آپ کو سدرۃ المنتہیٰ پر لے کر آئے اور رب العزت اللہ تبارک وتعالیٰ سے قریب ہوئے اور اتنے قریب جیسے کمان کے دونوں کنارے یا اس سے بھی قریب۔ پھر اللہ نے اور دوسری باتوں کے ساتھ آپ کی امت پر دن اور رات میں پچاس نمازوں کی وحی کی۔ پھر آپ اترے اور جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے آپ کو روک لیا اور پوچھا: اے محمد! آپ کے رب نے آپ سے کیا عہد لیا ہے؟ فرمایا کہ میرے رب نے مجھ سے دن اور رات میں پچاس نمازوں کا عہد لیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کی امت میں اس کی طاقت نہیں۔ واپس جائیے اور اپنی اور اپنی امت کی طرف سے کمی کی درخواست کیجئے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیل علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے بھی اشارہ کیا کہ ہاں اگر چاہیں تو بہتر ہے۔ چنانچہ آپ پھر انہیں لے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنے مقام پر کھڑے ہو کر عرض کیا: اے رب! ہم سے کمی کر دے کیونکہ میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دس نمازوں کی کمی کر دی۔ پھر آپ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے آپ کو روکا۔ موسیٰ علیہ السلام آپ کو اسی طرح برابر اللہ رب العزت کے پاس واپس کرتے رہے۔ یہاں تک کہ پانچ نمازیں ہو گئیں۔ پانچ نمازوں پر بھی انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روکا اور کہا: اے محمد! میں نے اپنی قوم بنی اسرائیل کا تجربہ اس سے کم پر کیا ہے وہ ناتواں ثابت ہوئے اور انہوں نے چھوڑ دیا۔ آپ کی امت تو جسم، دل، بدن، نظر اور کان ہر اعتبار سے کمزور ہے، آپ واپس جائیے اور اللہ رب العزت اس میں بھی کمی کر دے گا۔ ہر مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیل علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوتے تھے تاکہ ان سے مشورہ لیں اور جبرائیل علیہ السلام اسے ناپسند نہیں کرتے تھے۔ جب وہ آپ کو پانچویں مرتبہ بھی لے گئے تو عرض کیا: اے میرے رب! میری امت جسم، دل، نگاہ اور بند ہر حیثیت سے کمزور ہے، پس ہم سے اور کمی کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر فرمایا کہ وہ قول میرے یہاں بدلا نہیں جاتا جیسا کہ میں نے تم پر ام الکتاب میں فرض کیا ہے۔ اور فرمایا کہ ہر نیکی کا ثواب دس گناہ ہے پس یہ ام الکتاب میں پچاس نمازیں ہیں لیکن تم پر فرض پانچ ہی ہیں۔ چنانچہ آپ موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آئے اور انہوں نے پوچھا: کیا ہوا؟ آپ نے کہا کہ ہم سے یہ تخفیف کی کہ ہر نیکی کے بدلے دس کا ثواب ملے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں نے بنی اسرائیل کو اس سے کم پر آزمایا ہے اور انہوں نے چھوڑ دیا۔ پس آپ واپس جائیے اور

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

مزید کمی کرائیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کہا: اے موسیٰ، واللہ! مجھے اپنے رب سے اب شرم آتی ہے کیونکہ بار بار آ چکا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ پھر اللہ کا نام لے کر اتر جاؤ۔ پھر جب آپ بیدار ہوئے تو مسجد الحرام میں تھے۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام ہی میں تھے کہ جاگ اٹھے، جاگ اٹھنے سے یہ مراد ہے کہ وہ حالت معراج کی جاتی رہی اور آپ اپنی حالت میں آ گئے۔"

یہ واقعہ عقل کے خلاف نہیں ہے بلکہ مافوق العقل (supra-rational) ہے۔ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے، جو چاہے کر سکتا ہے۔ جدید سائنس میں بھی "Time Dilation" جیسے تصورات اس بات کو تقویت دیتے ہیں آج کے دور میں سفر زمان ممکن ہے۔

عذاب قبر۔ جسم کے بغیر عذاب۔

اعتراض: جب جسم گل سڑ جاتا ہے اسے کیسے عذاب ہو سکتا ہے؟

جواب: قرآن مجید میں اللہ تعالی کا فرمان ہے۔

احوال قبر سے متعلق آیات

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قال تعالى: ﴿أَلهٰكُمُ التَّكاثُرُ ﴿١﴾ حَتّىٰ زُرتُمُ المَقابِرَ ﴿٢﴾ كَلّا سَوفَ تَعلَمونَ ﴿٣﴾ ثُمَّ كَلّا سَوفَ تَعلَمونَ ﴿٤﴾ كَلّا لَو تَعلَمونَ عِلمَ اليَقينِ ٥﴾ (سورة التكاثر 106:1-5)

"بہتات کی حرص نے تمھیں غفلت میں رکھا۔ یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔ ہاں ہاں تمھیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا، پھر سن رکھو تمھیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔"

آخری دو آیات میں عذاب قبر کا ڈراوا دیا گیا ہے، کیونکہ اخروی عذاب تو اس کے بعد والی آیات میں مذکور ہے۔ اس سے عذاب فی القبر اور عذاب قبر دونوں ثابت ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قال تعالى: ﴿إِنَّ الَّذينَ تَوَفّٰهُمُ المَلٰئِكَةُ ظالِمى أَنفُسِهِم قالوا فيمَ كُنتُمۖ قالوا كُنّا مُستَضعَفينَ فِى الأَرضِۚ قالوا أَلَم تَكُن أَرضُ اللَّهِ وٰسِعَةً فَتُهاجِروا فيهاۚ فَأُولٰئِكَ مَأوٰهُم جَهَنَّمُۖ وَساءَت مَصيرًا ٩٧﴾ (سورة النساء 4: 97)

"جن لوگوں کی اس حالت میں فرشتے جان قبض کرتے ہیں کہ وہ (جان بوجھ کر کافروں میں رہ کر) اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے ہوں، پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں: ہم دنیا میں بے بس اور کمزور تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ کیا اللہ کی زمین وسیع و فراخ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر کے چلے جاتے۔ یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ وفات کے وقت یا اس کے بعد قبر ہی میں فرشتے ایسے لوگوں کو ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں جنھوں نے فریضۂ ہجرت ترک کر دیا تھا تو یہ حالتِ قبر یا حالتِ برزخ ہے جس میں ان پر یہ عذاب مقرر کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قال تعالى: ﴿ وَلَو تَرىٰ إِذِ الظّٰلِمونَ فى غَمَرٰتِ المَوتِ وَالمَلٰئِكَةُ باسِطوا أَيديهِم أَخرِجوا أَنفُسَكُمُۖ اليَومَ تُجزَونَ عَذابَ الهونِ بِما كُنتُم تَقولونَ عَلَى اللَّهِ غَيرَ الحَقِّ وَكُنتُم عَن ءايٰتِهِ تَستَكبِرونَ ٩٣﴾ (سورة الأنعام 6: 93)

"اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جبکہ وہ ظالم موت کی تکلیفوں میں ہوں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلا رہے ہوں کہ اپنی جانیں نکالو، آج تمھیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا کیونکہ تم اللہ کے ذمے ناحق باتیں لگاتے تھے اور اس کی آیتوں سے سرکشی کیا کرتے تھے۔"

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

یہ آیت صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے کہ وفات کے وقت اور وفات کے بعد فرشتے ظالم لوگوں کو ملامت کے ساتھ ذلت کے عذاب کا ڈراوا دیتے ہیں۔ اور لفظ "آج" واضح دلیل ہے کہ یہ عذاب موت کے وقت سے شروع ہوتا ہے۔ یہ عذابِ قبر اور عذابِ برزخ کے لیے بالکل صریح دلیل ہے۔ اگر کوئی شخص تاویل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ قیامت کے دن کا معاملہ ہے تو یہ تاویل لفظ "آج" کے بالکل خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قال تعالی: ﴿ وَخابَ كُلُّ جَبّارٍ عَنيدٍ ﴿١٥﴾ مِن وَر ائِهِ جَهَنَّمُ﴾ (سورۃإبراهيم14:15- 16)

"ہر سرکش و متکبر نامراد ہوا اور اس کے آگے جہنم ہے۔"

لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قبر اور برزخ میں اسے ناامیدی ظاہر ہو گئی ہے کیونکہ وہ عذاب میں گرفتار ہو چکا ہے جبکہ "اس کے آگے" سے معلوم ہوا کہ جہنم کا عذاب اس کے بعد ہے۔

نیز فرمایا:

قال تعالی: ﴿الَّذينَ تَتَوَفّٰىهُمُ المَلٰئِكَةُ ظالِمى أَنفُسِهِمۖ فَأَلقَوُا السَّلَمَ ما كُنّا نَعمَلُ مِن سوءٍۚ بَلىٰ إِنَّ اللَّهَ عَليمٌ بِما كُنتُم تَعمَلونَ ﴿٢٨﴾ فَادخُلوا أَبوٰبَ جَهَنَّمَ خٰلِدينَ فيهاۖ﴾ (سورۃالنحل16:28-29)

"وہ لوگ جن کی روحیں فرشتوں نے قبض کی تھیں اس حال میں کہ وہ لوگ اپنی جان پر ظلم کر رہے تھے، تو وہ (یہ کہتے ہوئے) سر تسلیم خم کر دیتے ہیں کہ ہم نے تو کوئی برا کام نہیں کیا تھا، کیوں نہیں، اللہ کو تمھارے سب اعمال کی خبر ہے، لہٰذا تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ ہمیشہ اسی میں رہو گے۔"

نیز فرمایا:

قال تعالی: ﴿الَّذينَ تَتَوَفّٰىهُمُ المَلٰئِكَةُ طَيِّبينَۙ يَقولونَ سَلٰمٌ عَلَيكُمُ ادخُلُوا الجَنَّةَ بِما كُنتُم تَعمَلونَ ٣٢﴾ (سورۃالنحل16: 32)

"جب فرشتے پاک باز لوگوں کی روحیں قبض کرتے ہیں تو فرشتے کہتے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو، اپنے اعمال کے سبب جنت میں داخل ہو جاؤ۔"

ان آیات میں مشرکین اور موحدین کی وفات اور وفات کے بعد کے احوال کا تقابل پیش کیا گیا ہے۔ پہلی آیات میں مشرکین کی وفات اور بعد الوفات (قبر و برزخ) کا بیان ہے جس میں فرشتوں کے ساتھ مکالمہ، سلام اور شرک سے انکار کا مسئلہ ہے، پھر انھیں کہا جائے گا کہ جہنم میں داخل ہو جاؤ، یعنی ان کی روحیں جہنم میں داخل کی جائیں گی کیونکہ آخرت کی رسوائی کا بیان اس سے قبل آیت:27 میں ہو چکا ہے جبکہ آیت:32 میں موحدین کی نعمتوں کا بیان ہے کہ ان کی روحیں جنت میں جائیں گی۔

نیز فرمایا:

قال تعالی: ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذينَ ءامَنوا بِالقَولِ الثّابِتِ فِى الحَيوٰةِ الدُّنيا وَفِى الءاخِرَةِۖ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظّٰلِمينَۚ وَيَفعَلُ اللَّهُ ما يَشاءُ ﴿٢٧﴾ (سورۃإبراهيم14: 27)

"اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں دنیا و آخرت کی زندگی میں ثابت قدم رکھتا ہے۔"

امام بخاری رحمہ اللہ اور دوسرے علماء نے یہ آیت عذاب قبر کے اثبات کے لیے بیان کی ہے۔ اور اس کی تفسیر میں ایک صحیح حدیث روایت کی ہے جس میں صراحت ہے کہ سے "قبر" مراد ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ انسان کے لیے دنیوی اور برزخی حیات میں ثابت قدمی ضروری ہے کیونکہ ان دونوں جگہوں میں انسان پر آزمائشیں آتی ہیں اور ثابت قدمی کی ضرورت آزمائشوں کے وقت ہی ہوتی ہے تو اس آیت کی تفسیر میں جو حدیث ہے، اس میں قبر میں مومن کے ساتھ سوال و جواب کا تذکرہ ہے۔

نیز فرمایا:

The Study of Religion and History

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

قال تعالى: ﴿وَمَن أَعرَضَ عَن ذِكرى فَإِنَّ لَهُ مَعيشَةً ضَنكًا وَنَحشُرُهُ يَومَ القِيٰمَةِ أَعمىٰ ١٢٤﴾ (سورۃطہ20: 124)

"اور جس نے میری یاد سے منہ موڑا تو بلاشبہ اس کی زندگی تنگ ہو گئی۔ اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔"

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے ایک روایت بیان کی ہے کہ سے مراد "عذابِ قبر" ہے۔ اس کا قرینہ یہ ہے کہ کافروں اور قرآن سے منہ موڑنے والوں کی دنیوی زندگی اکثر لذتوں اور فراوانی میں گزر جاتی ہے۔ اور قیامت کی حالت میں بیان کی گئی ہے تو پھر سے قبر کی حالت مراد ہے۔

نیز فرمایا:

قال تعالى: ﴿ وَحَاقَ بِـَٔالِ فِرۡعَوۡنَ سُوٓءُ ٱلۡعَذَابِ﴾ ﴿وَحاقَ بِآلِ فِرعَونَ سوءُ العَذابِ ﴿٤٥﴾ النّارُ يُعرَضونَ عَلَيها غُدُوًّا وَعَشِيًّا ۖ وَيَومَ تَقومُ السّاعَةُ أَدخِلوا آلَ فِرعَونَ أَشَدَّ العَذابِ ٤٦﴾ (سورۃغافر40:45-46)

"اور آلِ فرعون کو بہت برے عذاب نے آگھیرا، وہ صبح و شام دوزخ کی آگ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت آئے گی تو کہا جائے گا: آلِ فرعون کو سخت ترین عذاب میں ڈال دو۔"

ان آیات میں فرعون اور اس کی قوم پر تین قسم کے عذاب آنے کا ذکر ہے۔

1۔ دنیوی عذاب: آلِ فرعون کو بہت برے عذاب نے آگھیرا۔

2۔ برزخی عذاب: وہ صبح و شام دوزخ کی آگ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔

3۔ اخروی عذاب: جس دن قیامت آئے گی تو کہا جائے گا: آلِ فرعون کو سخت ترین عذاب میں ڈال دو۔

دوسری قسم کا عذاب یقیناً برزخی حالت میں ہے کیونکہ قیامت کا ذکر مستقل طور پر الگ کیا ہے۔ اور ان دونوں کو اخروی عذاب سمجھنا جیسا کہ حافظ اسلم نے لکھا ہے، (غلام احمد پرویز، 1972، ص:326) محض جہالت ہے۔

نیز فرمایا:

قال تعالى: ﴿ وَمِمَّن حَولَكُم مِنَ الأَعرابِ مُنٰفِقونَ ۖ وَمِن أَهلِ المَدينَةِ ۖ مَرَدوا عَلَى النِّفاقِ لا تَعلَمُهُم ۖ نَحنُ نَعلَمُهُم ۚ سَنُعَذِّبُهُم مَرَّتَينِ ثُمَّ يُرَدّونَ إِلىٰ عَذابٍ عَظيمٍ ١٠١﴾ (سورۃالتوبۃ9: 101)

"اور عنقریب ہم انھیں دو مرتبہ عذاب دیں گے، پھر انھیں عذابِ عظیم کی طرف لوٹایا جائے گا۔"

اس آیت میں "دو مرتبہ" میں سے، پہلی مرتبہ سے دنیوی عذاب اور دوسری مرتبہ سے برزخی عذاب مراد ہے جبکہ عذابِ عظیم اخروی عذاب ہے۔ اس پر تمام مفسرین نے اتفاق کیا ہے۔

ان آیاتِ کریمہ میں اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کے لیے برزخی زندگی اور اس میں رزق، خوشیوں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور فضل کی بشارت کا تذکرہ ہے۔ اس سے دنیوی زندگی مراد لینا عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے کیونکہ وہ شہید کر دیے گئے ہیں۔ ان کے بدن سے روح نکل چکی ہے۔ ان پر اموات کے احکام شرعیہ نافذ کر دیے گئے، لہٰذا ان پر حیاتِ دنیوی کا اطلاق کرنا عقل و نقل کے خلاف ہے۔ اس سے حیاتِ اخروی بھی مراد نہیں لی جا سکتی (جیسا کہ معتزلہ کا مسلک ہے) کیونکہ اخروی زندگی تو سب انسانوں کے لیے حق اور یقینی ہے جسے بعث بعد الموت کہا جاتا ہے تو پھر شہداء کے لیے کون سی خصوصیت ہوئی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "لیکن تم نہیں سمجھتے۔" جبکہ مومن تو حیاتِ اخروی کو مانتے اور سمجھتے ہیں، لہٰذا معلوم ہوا کہ اس سے برزخی زندگی مراد ہے لیکن اس کا احساس و شعور زندہ لوگوں کے علم سے باہر ہے۔ اس حیات کا احساس نہیں کیا جا سکتا، اگرچہ اس حیات کے آثار بدن اور روح دونوں پر ہوتے ہیں لیکن یہ حیات تفصیل کے لحاظ سے متشابہات میں سے ہے اور اس کی کیفیت ہماری سمجھ سے بالاتر ہے، اسی لیے

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.3, No.4, 2025
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"لیکن تم نہیں سمجھتے۔" البتہ اس قسم کی حیات عام ایمان والوں کے لیے بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے جسے ابن کثیر رحمہ اللہ اور دیگر مفسرین نے روایت کیا ہے اگرچہ اس زندگی کے درجات میں تفاوت ہے۔ انبیاء سب سے اعلیٰ درجے پر ہیں، پھر شہداء اور پھر عام مومنوں کا درجہ ہو گا۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ مندرجہ بالا اکثر آیات ایسی ہیں کہ وہ اپنے عموم کی دلالت کی وجہ سے قبر کے عذاب، اس کی نعمتوں اور قبر کے علاوہ اس حالت کو بھی شامل ہیں جو موت سے لے کر قیامت تک ہے اور انھی عمومی حالات پر قرآن کریم نے برزخ کا اطلاق کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قال تعالی: ﴿ وَمِن وَر ائِهِم بَرزَخٌ إِلىٰ يَومِ يُبعَثونَ ١٠٠ ﴾ (سورۃ المؤمنون23: 100)

"اور ان کے پیچھے قیامت کے روز تک ایک برزخ (پردہ) ہے۔"

یعنی انسان مرنے کے بعد قبر میں دفن ہو یا اس کے بدن کے ذرات دنیا کے کسی حصے میں بھی ہوں اور روح جس مستقر میں بھی ہو تو وہ برزخ ہے اور برزخ کسی مکان کا نام نہیں بلکہ زمانے اور وقت کا نام ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ان آیات میں ان تینوں عقیدوں کی تردید ہے جو عذابِ قبر اور عذاب فی القبر (دنیاوی قبر میں عذاب) کا کسی طریقے سے بھی انکار کرتے ہیں۔ ان تمام مذکورہ آیات کے مقابلے میں صرف ایک آیت:

قال تعالی: ﴿قالوا يٰوَيلَنا مَن بَعَثَنا مِن مَرقَدِنا ۜ هٰذا ما وَعَدَ الرَّحمٰنُ وَصَدَقَ المُرسَلونَ ٥٢ ﴾ (سورۃ یسٓ36: 52)

"ہائے افسوس! ہمیں کس نے ہماری خواب گاہوں سے جگا دیا۔"

اس سے استدلال کرنا کہ قبر میں کوئی عذاب نہیں بلکہ وہاں سونا اور آرام کرنا ہے، غلط ہے کیونکہ یہی لوگ جب حشر کی ہولناکیاں دیکھیں گے تو وہ قبر انھیں حشر کے مقابلے میں خواب گاہ معلوم ہو گی۔ انسانی فطرت ہے کہ جب اس پر کوئی مصیبت آتی ہے اور پھر اس کے بعد کوئی بڑی مصیبت آجاتی ہے تو وہ پہلی مصیبت کو بھی نعمت سمجھتا ہے۔ اس کی مثال قرآن کریم میں موجود ہے کہ جب لوگ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ تم نے دنیا اور قبر میں کتنی مدت گزاری تو وہ اپنے احساسات کے تفاوت کی وجہ سے مختلف جواب دیں گے، چنانچہ ان کے جواب کے متعلق ارشاد فرمایا گیا:

قال تعالی: ﴿يَتَخٰفَتونَ بَينَهُم إِن لَبِثتُم إِلّا عَشرًا ﴿١٠٣﴾ نَحنُ أَعلَمُ بِما يَقولونَ إِذ يَقولُ أَمثَلُهُم طَريقَةً إِن لَبِثتُم إِلّا يَومًا ١٠٤ ﴾ (سورۃ طٰہٰ20: 104۔ 103)

"وہ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہوں گے کہ تم محض دس دن (دنیا میں) رہے ہو۔ جو کچھ وہ کہتے ہیں ہم اسے خوب جانتے ہیں جبکہ ان کا بہترین رائے والا کہے گا: تم تو محض ایک دن وہاں رہے ہو۔"

نیز فرمایا:

قال تعالی: ﴿ وَتَظُنّونَ إِن لَبِثتُم إِلّا قَليلًا ٥٢ ﴾ (سورۃ الإسراء17: 52)

"اور تم خیال کرو گے کہ تم دنیا میں بہت ہی کم عرصہ ٹھہرے ہو۔"

نیز فرمایا:

قال تعالی: ﴿قٰلَ إِن لَبِثتُم إِلّا قَليلًا ۖ لَو أَنَّكُم كُنتُم تَعلَمونَ ١١٤ ﴾ (سورۃ المؤمنون23: 114)

"کہے گا: تم نے بہت تھوڑی مدت قیام کیا۔"

نیز فرمایا:

قال تعالی: ﴿ يُقْسِمُ ٱلْمُجْرِمُونَ مَا لَبِثُواْ غَيْرَ سَاعَةٍ ۚ ﴾ (سورۃ الروم30: 55)

"گناہ گار قسمیں کھائیں گے کہ وہ ایک گھڑی سے زیادہ دنیا میں نہیں رہے۔"

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

یہ قیام دنیوی زندگی اور برزخی حالات دونوں کو شامل ہے جو قیامت کی نسبت بہت کم ہے۔ پس ان آیات سے ثابت ہوا کہ انسان کو بڑی مصیبت آنے پر چھوٹی مصیبت محسوس نہیں ہوتی، اسی لیے گناہ گار قیامت کی ہولناکیاں دیکھ کر قبر کی حالت کو مرقد (خواب گاہ) کہیں گے اور قبر کو مرقد کہنے کے متعلق مفسرین کے اور اقوال بھی ہیں۔

اثباتِ عذابِ قبر اور احوالِ برزخ

منکرینِ حدیث کے اس سوال کا جواب پیش خدمت ہے جس میں انھوں نے مندرجہ ذیل آیات سے استدلال کیا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

"تم لوگ اللہ کا کیونکر انکار کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے، اس نے تمھیں زندہ کیا، پھر تم پر موت طاری کرے گا، پھر زندہ کرے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔"

(سورۃ البقرۃ 2:28)

نیز فرمایا:

قال تعالی: ﴿ قالوا رَبَّنا أَمَتَّنَا اثنَتَينِ وَأَحيَيتَنَا اثنَتَينِ فَاعتَرَفنا بِذُنوبِنا ﴾ (سورۃ غافر 40: 11)

"وہ کہیں گے: ہمارے پروردگار! تو نے ہمیں دو دفعہ مارا اور دو دفعہ زندہ کیا، ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا۔"

☆ مفصل جواب: اللہ تعالیٰ نے تین دفعہ حیات حقیقی عطا فرمائی۔ سورۂ بقرہ میں اس قسم کے پانچ واقعات مذکور ہیں۔

قال تعالی: ﴿ ثُمَّ بَعَثنٰكُم مِن بَعدِ مَوتِكُم لَعَلَّكُم تَشكُرونَ ٥٦ ﴾ (سورۃ البقرۃ 2: 56)

"پھر ہم نے تمھاری موت کے بعد تمھیں زندہ کیا تاکہ تم شکر بجالاؤ۔"

اس واقعے میں ان پر عقوبتی موت نازل ہوئی، پھر نبی) موسیٰ علیہ السّلام (کی دعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ کر دیا، پھر اس کے بعد انھوں نے موت مؤجل سے وفات پائی۔

نیز فرمایا:

قال تعالی: ﴿ فَقُلنَا اضرِبوهُ بِبَعضِها ۚ كَذٰلِكَ يُحيِ اللَّهُ المَوتىٰ وَيُريكُم ءايٰتِهِ لَعَلَّكُم تَعقِلونَ ٧٣ ﴾ (سورۃ البقرۃ 2: 73)

"پس ہم نے کہا: اس (مقتول) کو اس کا ایک ٹکڑا مارو، اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھو۔"

اس واقعے میں مقتول اپنی موت مؤجل سے فوت ہوا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے کچھ وقت کے لیے زندہ کیا، اس نے اپنے قاتل کے بارے میں بتادیا اور پھر مر گیا۔

نیز فرمایا:

قال تعالی: ﴿ فَقالَ لَهُمُ اللَّهُ موتوا ثُمَّ أَحيٰهُم ۚ ﴾ (سورۃ البقرۃ 2: 243)

"پس اللہ نے انھیں حکم دیا کہ مر جاؤ۔ (وہ مر گئے تو) پھر انھیں زندہ کیا۔"

اس واقعے میں وہ قوم عقوبتی (سزا والی) موت مری تھی، پھر ان کے نبی نے دعا کی تو اللہ نے انھیں زندہ کر دیا۔

نیز فرمایا:

فَأَماتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ قالَ كَم لَبِثتَ ۖ قالَ لَبِثتُ يَومًا أَو بَعضَ يَومٍ ۖ قالَ بَل لَبِثتَ مِائَةَ عامٍ (سورۃ البقرۃ 2: 259)

"پس اللہ نے اسے سو سال تک مردہ رکھا، پھر اسے زندہ کیا اور پوچھا کہ تم اس حالت میں کتنا عرصہ رہے، اس نے کہا: ایک دن یا دن کا کچھ حصہ، فرمایا: نہیں، بلکہ تم سو سال تک رہے ہو۔"

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

اس قصے میں اس شخص کا واقعہ نقل کیا گیا ہے جسے اکثر روایات میں عزیر علیہ السّلام کہا گیا ہے۔ وہ خرق عادت فوت ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے سو سال تک اسے محفوظ رکھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ کر دیا لیکن اسے اس مدت کا علم نہیں تھا۔ اس نے اپنے علم کے مطابق کہا کہ وہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بتایا کہ تم سو سال تک اس حالت میں ٹھہرے ہو اور اسی طرح اس واقعے میں گدھے کے مرنے اور اس کے دوبارہ زندہ کرنے کا تذکرہ ہے۔ اور ایک جگہ ارشاد ہے:

قال تعالیٰ: ﴿ وَإِذ قالَ إِبرٰهـۧمُ رَبِّ أَرِنى كَيفَ تُحىِ المَوتىٰ ۖ قالَ أَوَلَم تُؤمِن ۖ قالَ بَلىٰ وَلٰكِن لِيَطمَئِنَّ قَلبى ۖ قالَ فَخُذ أَربَعَةً مِنَ الطَّيرِ فَصُرهُنَّ إِلَيكَ ثُمَّ اجعَل عَلىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِنهُنَّ جُزءًا ثُمَّ ادعُهُنَّ يَأتينَكَ سَعيًا ۚ وَاعلَم أَنَّ اللَّهَ عَزيزٌ حَكيمٌ ٢٦٠ ﴾ (سورۃ البقرۃ2: 260)

"فرمایا: کوئی سے چار پرندے لے لو اور انھیں اپنے آپ سے مانوس کر لو اور پھر ان میں سے ایک ایک ٹکڑا پہاڑوں پر رکھ دو، پھر انھیں بلاؤ تو وہ تمھاری طرف بھاگتے چلے آئیں گے۔"

اس واقعے میں بھی چار پرندوں کو ذبح کرنا، ان کے ٹکڑوں کو پہاڑوں پر رکھنا، ابراہیم علیہ السّلام کی پکار پر ان کا زندہ ہو کر دوڑتے ہوئے ان کی طرف آنا مذکور ہے۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السّلام کے معجزات ہیں۔

فرمایا:

قال تعالیٰ: ﴿ وَأُحىِ المَوتىٰ بِإِذنِ اللَّهِ ۖ ﴾ (سورۃ آل عمران3: 49)

"میں اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں۔"

نیز فرمایا:

قال تعالیٰ: ﴿ وَإِذ تُخرِجُ المَوتىٰ بِإِذنى ۖ ﴾ (سورۃ المائدۃ5: 110)

"اور جب میرے حکم سے تم مردوں کو (قبروں سے) نکال کھڑا کرتے تھے۔"

ان تمام آیات سے صراحتاً ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے استثنائی صورت میں بعض لوگوں اور بعض حیوانوں کو دنیا میں فوت کر دینے کے بعد دوبارہ زندہ کیا۔ ان آیات کی دور از کار تاویل کرنے والے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے منکر معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ منکرینِ حدیث نے اس کی مختلف تاویلیں کی ہیں۔

☆ایک واقعہ: ایک دفعہ رشکئی مردان میں میرا درس قرآن رکھا گیا۔ وہاں کسی شخص نے سوال کیا کہ قانون الٰہی کے مطابق ایک مرتبہ موت اور پھر بعث بعد الموت حق ہے تو یہ مذکورہ بالا واقعات کیسے مان لیے جائیں جو اس قانون الٰہی کے خلاف ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ آپ بعث بعد الموت کو قرآن کریم کی آیات سے تسلیم کرتے ہیں یا کسی اور چیز سے؟ اس نے کہا: میں یہ عقیدہ (بعث بعد الموت) قرآن کریم سے مانتا ہوں تو میں نے کہا: یہ قصے بھی تو قرآن کریم کی آیات ہیں، انھیں کیوں نہیں مانتے، تو یہ سن کر وہ خاموش ہو گیا۔

مذکورہ بالا منکرینِ عذابِ قبر میں سے تیسرا فریق عذاب قبر کو عذاب برزخ کی تعبیر کر کے مانتا ہے جبکہ وہ عذاب فی القبر (دنیاوی قبر میں عذاب) کو بالکل نہیں مانتا۔ وہ اپنے موقف میں کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتا۔ اسے چاہیے کہ وہ مذکورہ آیات پر غور و فکر کرے وہ عذاب فی القبر اور عذابِ قبر (بمعنی برزخ) دونوں کو شامل ہیں جبکہ عذاب فی القبر (دنیاوی قبر میں عذاب) کے بارے میں صحیح احادیث میں تصریح موجود ہے۔ ابن عباس ◆ بیان کرتے ہیں: نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم مدینہ یا مکہ کے کسی باغ کے پاس سے گزرے تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دو انسانوں کی آواز سنی جنھیں ان کی قبر میں عذاب دیا جا رہا تھا، تو نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

«يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذِّبَانِ فِي كَبِيرٍ»

"ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور انھیں کسی کبیرہ گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جا رہا۔" (البخاری، 1422ھ، رقم الحدیث: 216)

براء بن عازب ◆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

’إِذَا أُقْعِدَ الْمُؤْمِنُ فِي قَبْرِهِ» (البخاری،1422ھ،رقم الحدیث:1369)

’’جب مومن کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے۔‘‘

ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

’خرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَدْ وَجَبَتِ الشَّمْسُ فَسَمِعَ صَوْتًا فَقَالَ:يَهُودُ تُعَذَّبُ فِي قُبُورِهَا » (البخاری،1422ھ،رقم الحدیث:1375)

’’نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو سورج غروب ہو چکا تھا، آپ نے کوئی آواز سنی تو فرمایا:’’یہودیوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جارہا ہے۔‘‘

اس قسم کی اور بھی احادیث صحیحہ موجود ہیں اوران احادیث میں لفظفِي قُبُورِهِمَا، فِي قَبْرِهِ اور فِيقُبُورِهَااس بات کی صریح دلیل ہے کہ عذاب قبر کے اندر ہو رہا ہے۔ جو لوگ عذاب فی القبر کا انکار کرتے ہیں، وہ ان احادیث کی بلاضرورت تاویل کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: یہاںفِي الْقَبْرِ سےفِي الْبَرْزَخِ مراد ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی ایک حدیث میں ’’فِي الْبَرْزَخِ‘‘ کے الفاظ ہوتے تو پھر باقی احادیث میں لفظ فیالقبر کی تاویل کرنے کی گنجائش تھی۔

عذاب قبر صرف جسم پر نہیں ہوتا بلکہ روح پر بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے قرآن وحدیث کے دلائل اس پر ذکر کیئے ہیں اور اسی طرح شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم رحمہااللہ اور دیگر سلف صالحین نے مفصل بیان کیا ہے قبر کا عذاب روح کے ساتھ ہوتا ہے، بسا اوقات جسم کسی حصے کے ساتھ بھی اس کا تعلق ہوتا ہے۔(ابن القیم ،ص:63)

فرعون کا ایمان لانا

پرویز صاحب نے ترمذی کی ایک حدیث کا معنی بیان کر کے اعتراضات کیے ہیں۔ روایت یہ ہے کہ ابن عباس ◆ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:’’جبریل کہتے ہیں کہ فرعون غرق ہونے لگا تو وہ اس وقت ایمان لانا چاہتا تھا۔ اے محمد! کاش، اس وقت تم مجھے دیکھتے کہ میں سمندر کی مٹی لیے ہوئے اس کے منہ میں ٹھونس رہا تھا کہ کلمہ نہ پڑھے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ آجائے۔‘‘ (الترمذی،1998ء رقم الحدیث:3107)

☆اعتراضات: 1 جبریل کا یہ کام نہیں کہ جو ایمان لانا چاہے اس کے منہ میں مٹی ٹھونسنے لگے اور خدا کی رحمت کو بند کردے۔

2۔ فرشتے چونکہ خدا کے حکم کے پابند ہوتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جبریل نے یہ کام خدا کے حکم کے مطابق کیا تھا۔

3۔ خدا کے حکم اور جبریل کی کارروائی کے باوجود فرعون نے کلمہ پڑھ لیا اور کہا:

قال تعالی: ﴿ ءامَنتُ أَنَّهُ لا إِلٰهَ إِلَّا الَّذى ءامَنَت بِهِ بَنوا إِسرٰءيلَ وَأَناْ مِنَ المُسلِمينَ ٩٠﴾ (سورۃیونس10: 90)

’’میں ایمان لاتا ہوں کہ اس معبود حقیقی کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے۔ اور میں اطاعت گزاروں میں سے ہوں۔‘‘

اور یوں معاذ اللہ خدا کی تدبیر ناکام ہو گئی آپ تصور بھی کر سکتے ہیں کہ یہ تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ ہو گی۔(غلام احمد پرویز،1994ء ص:170،170)

☆پرویز صاحب کا طریقۂ تلبیس ہی یہ ہے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ معنی اور کچھ تفسیر بنا کر اس پر غلط نتائج مرتب کرتے ہیں اور حدیث سے انکار کرنے کے لیے راستہ ہموار کرتے ہیں۔ وہ اس شعر کا مصداق ہے۔

خشت اول چوں نہد معمار کج　　　تا ثریا می رود دیوار کج

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

Vol.3, No.4, 2025

یہاں پرویز صاحب نے حدیث کا جو معنی بیان کیا ہے اس میں تحریف کی ہے۔ اصل حدیث درج ذیل ہے۔ ابن عباس ω سے روایت ہے کہ نبی صلى الله علیہ وسلَّم نے فرمایا:

’لَمَّا أَغْرَقَ اللهُ فِرْعَوْنَ قَالَ : آمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ فَقَالَ جِبْرِيلُ : يَا مُحَمَّدُ لَوْ رَأَيْتَنِي وَ أَنَا أَخُذُ مِنْ حَالِ الْبَحْرِ وَأَدُسُّهُ فِي فِيهِ مَخَافَةَ أَنْ تُدْرِكَهُ الرَّحْمَةُ»(الترمذی،1998ء رقم الحدیث:2107)

”جب اللہ نے فرعون کو غرق کیا تو اس نے کہا: میں ایمان لاتا ہوں کہ اس معبود حقیقی کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے تو جبریل نے کہا: اے محمد صلى الله علیہ وسلَّم ! کاش کہ آپ مجھے دیکھتے کہ میں سمندر سے کیچڑ پکڑ کر اس کے منہ میں ٹھونس رہا تھا کہ کہیں رحمت الٰہی اسے ڈھانپ نہ لے۔“

پرویزی معنی کے مطابق جبریل علیہ السَّلام کا فرعون کے منہ میں مٹی ٹھونسنے کا عمل کلمہ پڑھنے سے پہلے کا ہے جب کہ حدیث میں واضح ہے کہ فرعون نے کلمہ کا اقرار کر لیا تھا، بعد میں جبریل علیہ السَّلام نے اس کے منہ میں مٹی ٹھونسی تھی۔ فرعون کا یہ ایمان لانا قانون الٰہی کے مطابق قابل اعتبار نہیں تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قال تعالى: ﴿ يَومَ يَأتى بَعضُ ءايٰتِ رَبِّكَ لا يَنفَعُ نَفسًا إيمٰنُها لَم تَكُن ءامَنَت مِن قَبلُ﴾ (سورۃ الأنعام6: 158)

”جس روز تیرے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی تو کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان لانا مفید نہیں ہو گا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا۔“

نیز فرمایا:

قال تعالى: ﴿فَلَم يَكُ يَنفَعُهُم إيمٰنُهُم لَمّا رَأَوا بَأسَنا﴾ (سورۃ غافر40: 85)

”پس ان کے ایمان نے انھیں نفع نہ دیا جب انھوں نے ہمارے عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔“

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان پر نزع کا عالم طاری ہو جائے تو اس وقت ایمان لانا قبول نہیں، لہٰذا جبریل علیہ السَّلام نے یہ کام اللہ تعالیٰ کے اذن سے کیا۔ جب فرعون نے کلمہ پڑھا تو اسے یوں جواب دیا گیا:

قال تعالى: ﴿ءالـٰٔنَ وَقَد عَصَيتَ قَبلُ وَكُنتَ مِنَ المُفسِدينَ ٩١﴾ (سورۃ یونس10: 91)

”اب (ایمان لاتا ہے)؟ اور اس سے قبل تو نافرمانی کرتا رہا اور تو فسادیوں میں سے تھا۔“

یعنی اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السَّلام کے کام کی تائید کر دی، لہٰذا اس سے ثابت ہُوا کہ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کی وحی سے کہے گئے۔

یہاں تک ان چالیس احادیث کے جواب بیان کیے گئے ہیں جنھیں طلوع اسلام والوں نے اور دیگر منکرینِ حدیث نے اپنی ناسمجھی کی وجہ سے محل اعتراض ٹھہرایا، حالانکہ ان کے علاوہ دوسری ایسی احادیث ہیں جن کو ماننے کے لیے یہ لوگ تیار نہیں۔ خصوصًا وہ احادیث جو علامات قیامت کے متعلق ہیں، مثلاً: دجال، امام مہدی، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور نزول عیسیٰ علیہ السَّلام وغیرہ لیکن اس وقت منکرینِ حدیث نزول عیسیٰ علیہ السَّلام کے متعلق بحث و تلبیس سے کام لے کر مسلمانوں کا عقیدہ خراب کر رہے ہیں ۔اس لیے یہ مسئلہ ایک مستقل عنوان کے تحت تفصیل سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔

حیات ونزول مسیح عیسیٰ علیہ السَّلام

تمام اہل سنت والجماعت اور سلف صالحین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عیسیٰ علیہ السَّلام زندہ حالت میں آسمان پر اٹھائے گئے اور وہ وہاں زندہ ہیں۔ قیامت کے قریب اتریں گے، دین محمدی پر فیصلے کریں گے اور پھر کچھ وقت بعد وفات پا جائیں گے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السَّلام وفات پا چکے ہیں اور انھوں نے اپنے الہام سے ثابت کیا ہے کہ ان کی قبر کشمیر میں ہے۔ ان کے نزدیک احادیث میں جس عیسیٰ علیہ السَّلام کے نزول کا ذکر ہے وہ عیسیٰ علیہ السَّلام خود نہیں بلکہ ان کی مثیل اور شبیہ پیدا ہو گا جو جہاد کو منسوخ کرے گا اور وہ نبی غیر تشریعی ظلی بروزی ہو گا۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

ان دونوں فریقوں کے درمیان عیسیٰ علیہ السّلام کی موت اور حیات میں اختلاف ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السّلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے میں بھی اختلاف ہے۔ دوسرے فریق کے لوگ ظاہری طور پر اس کی شبیہ کو نبی غیر تشریعی مانتے ہیں۔ لیکن جب کہتے ہیں کہ وہ جہاد منسوخ کرے گا تو معلوم ہوا کہ وہ نبی تشریعی ہو گا اور مرزائیوں کے نزدیک اس مثیل عیسیٰ کا مصداق خود مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔

منکرینِ حدیث کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السّلام آسمان پر اٹھائے گئے نہ وہ زندہ ہیں بلکہ وہ اپنی موت مر گئے اور ان کے دوبارہ آسمان سے اتر آنے کی باتیں سب خرافات ہیں۔

میں نے اپنے مطالعہ کے دوران ایک کتاب دیکھی جس کا نام تھا "عقیدہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم" مؤلف کا نام محمد ہادی، جو کہ اپنے آپ کو فاضل علوم دینیہ قرار دیتے ہیں، جس کی تحقیق کی معلوم ہوا یہ نسبت جھوٹی ہے۔لہذا اس رسالے میں حیات ،رفع عیسی اور نزول عیسی پر بحث کی مگر اس نے سلف صالحین کے عقیدے کو چھوڑ کر غیر معتبر متاخرین کی تقلید کی ہے لہذا اس تبحیث میں اس کذاب کو مخاطب کیا جائے گا۔

اس بحث کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

رفع اور نزول عیسیٰ علیہ السّلام ازروئے قرآن

☆دلیل اول: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قال تعالی: ﴿وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ﴿٥٤﴾ إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَىٰ ﴾(سورۃ آل عمران3: 54-55)

"اور انھوں (یہودیوں) نے) عیسیٰ علیہ السّلام کے متعلق (تدبیر کی اور اللہ نے بھی تدبیر کی جبکہ اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔ جب اللہ نے کہا تھا: اے عیسیٰ۔"

طریقۂ استدلال یہ ہے کہ یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السّلام کو قتل کرنے کے لیے مختلف منصوبے بنائے جن میں پھانسی پر چڑھانا بھی تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے خفیہ تدبیر کے ذریعے سے انھیں قتل ہونے سے بچایا اور وہ تدبیر یہ تھی کہ فرمایا: اے عیسیٰ! میں تجھے پورا پورا قبض کرنے والا ہوں۔ اور پورا قبض کرنے کی تفسیر اگلے جملے میں مذکور ہے کہ میں تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔

☆دلیل دوم: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قال تعالی: ﴿بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ١٥٨﴾ (سورۃ النساء4: 158)

"بلکہ اللہ نے اس) عیسیٰ علیہ السّلام (کو اپنی طرف اٹھالیا۔"

اس آیت میں قتل اور صلیب سے بچانے کا طریقہ اور پورا پورا قبض کرنے کی تفسیر رَفَعَ کے ساتھ مذکور ہے۔ اگر مُتَوَفِّيكَ سے "موت دینا" اور رَفَعَ سے درجات بلند کرنا، مراد لیا جائے جیسا کہ منکرین مراد لیتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی تدبیر کیسے کامیاب قرار پائے گی؟ اس صورت میں تو یہودی اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے نظر آتے ہیں کہ انھوں نے عیسیٰ علیہ السّلام سے جان چھڑالی اور ان کی کوششوں کے نتیجے میں عیسیٰ کی وفات ہوگئی، حالانکہ ایسے نہیں ہوا۔ یہاں رفع سے اس کا حقیقی معنی مراد ہے، یعنی اوپر لے جانا۔ قرآن کریم میں رفع کا مادہ 29 مرتبہ بیان ہوا ہے، ان میں سے 12 مواقع پر اس سے درجات بلند کرنا مراد ہے، اور اکثر مواقع پر درجات کا اشارہ بھی مذکور ہے۔ 17 مواقع پر رفع سے حقیقی معنی اوپر اٹھالینا مراد ہے۔ ان میں سے بعض آیات یہ ہیں۔

﴿وَرَفَعنا فَوقَكُمُ الطّورَ ﴾(سورۃ البقرۃ2: 63)

"اور ہم نے تم پر طور کو بلند کیا۔"

نیز فرمایا:

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337
Vol.3, No.4, 2025

قال تعالی: ﴿وَإِذ يَرفَعُ إِبرٰهِـۧمُ القَواعِدَ مِنَ البَيتِ وَإِسمٰعيلُ﴾ (سورة البقرة2: 127)

"اور جب ابراہیم)اور اسماعیل علیہما السلام بیت اللہ کی (بنیادیں اٹھارہے تھے۔"

نیز فرمایا:

قال تعالی: ﴿وَرَفَعَ أَبَوَيهِ عَلَى العَرشِ﴾ (سورة یوسف12: 100)

"اور اس یوسف علیہ السَّلام نے اپنے والدین کو تخت شاہی پر بٹھایا۔"

نیز فرمایا:

قال تعالی: ﴿اللَّهُ الَّذی رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيرِ عَمَدٍ تَرَونَها﴾ (سورة الرعد13: 2)

"اللہ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو جنھیں تم دیکھتے ہو بغیر ستونوں کے بلند کیا۔"

مؤلف محمد ہادی کو قرآن کریم میں یہ آیات نظر نہیں آتیں اور انھیں یہ قاعدہ بھی یاد نہیں کہ جب تک حقیقی معنی کا امکان ہو تو مجازی معنی نہیں لیا جاتا جبکہ قرآن کریم میں مجاز کے وجود سے بھی کئی علماء انکار کرتے ہیں، لہٰذا اس آیت "بلکہ اللہ نے انھیں اپنی طرف اٹھا لیا۔" میں صرف حقیقی معنی مراد ہے۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ جہاں رفع درجات کا معنی مراد ہوتا ہے وہاں حرف استعمال نہیں ہوتا لیکن یہاں الفاظ اور صاف دلیل ہیں کہ یہاں رفع درجات مراد نہیں، لہٰذا اس رسالے کے مؤلف کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو علامہ نہ سمجھے بلکہ کسی عالم حق پرست کے سامنے صحیح طور پر زانوئے تلمذ طے کرے۔ ابن جریر نے ابن زید سے اور صاحب اللباب نے حسین بن الفضیل سے روایت نقل کی ہے کہ بڑھاپے کا زمانہ عیسیٰ علیہ السَّلام پر آسمان کی طرف اٹھائے جانے سے پہلے نہیں گزرا بلکہ نزول کے بعد بڑھاپے کی عمر میں لوگوں کے ساتھ باتیں کریں گے۔ ویسے تو بڑھاپے میں ہر شخص باتیں کر سکتا ہے لیکن عیسیٰ علیہ السَّلام کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ نزول کے بعد بڑھاپے کی عمر میں ہوں گے۔ آسمان میں ان کی جو عمر گزر گئی وہ چونکہ خرق عادت عمر ہے اسی لیے وہ دنیوی زندگی کے ساتھ شمار نہیں کی جاتی۔ یہ قرآنی دلائل ہیں جو عیسیٰ علیہ السَّلام کے رفع حقیقی اور پھر نزول پر دلالت کرتے ہیں۔

عیسیٰ علیہ السَّلام کے نزول کے متعلق متواتر احادیث

یہاں پر ہم بہت سی احادیث نقل کرنے کا اہتمام کیا ہے تاکہ ہر راست فکر شخص یہ یقین کر لے کہ اتنے ائمۂ محدثین اور اتنی روایات جھوٹ نہیں ہو سکتیں بلکہ وہ شخص جھوٹا ہو گا جو حدیث کی ان ساری روایات کو غلط تصور کرتا ہو۔

ابن کثیر رحمہ اللہ نے عیسیٰ علیہ السَّلام کے نزول کے متعلق احادیث کی دس سندیں بیان کی ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السَّلام کے نزول اور قتل دجال کے متعلق احادیث درج ذیل صحابۂ کرام سے مروی ہیں: عمران بن حصین، نافع بن عیینہ، ابوبرزہ اسلمی، حذیفہ بن اسید، ابوہریرہ، کیسان، عثمان بن ابی العاص، جابر، ابوامامہ، ابن مسعود، ابن عمرو، سمرہ بن جندب، نواس بن سمعان، عمرو بن عوف، اور حذیفہ بن یمان ۔

ابن کثیر، ابن جریر، ابن عطیہ اور ابوحیان ♦ اور دیگر مفسرین نے فرمایا کہ یہ احادیث متواتر ہیں۔ احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَيُوشِكُنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حكَمًا عَدْلًا فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ حَتَّى تَكُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، ثُمَّ يَقُولُ أَبُوهُرَيْرَةَ وَ اقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ : وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا»(البخاری،1422ھ،رقم الحدیث:3448)

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! البتہ قریب ہے کہ ابن مریم تم میں تشریف لائیں۔ وہ حاکم اور عادل کی حیثیت سے آئیں گے، صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ ختم کردیں گے مال و دولت کی فراوانی ہوگی حتی کہ اسے کوئی قبول کرنے والا نہیں ہوگا۔ حتی کہ ایک سجدہ دنیا اور اس میں جو کچھ ہے اس سے بہتر ہوگا۔“

پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے: اگر تم چاہو تو اس آیت کی تلاوت کرو ”اور اہل کتاب میں سے سب کے سب اس) مسیح علیہ السّلام (پر اس کی موت سے پہلے ضرور ایمان لائیں گے اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہی دیں گے۔“

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ وسلَّم نے فرمایا:

’وكَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ ؟»(البخاری،1422ھ،رقم الحديث:3449)

”تمھاری اس وقت کیسی حالت ہوگی جب ابن مریم تم میں نازل ہوں گے، اور تمھارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔“

اور امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں، ابن ابو ذئب نے فرمایا: ”تمھارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔“ کا معنی یہ ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السّلام تمھارے رب کی کتاب اور تمھارے نبی صلَّی اللہ علیہ وسلَّم کی سنت کے مطابق فیصلے کریں گے۔ (المسلم،1422ھ، رقم الحدیث:155)

2۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی صلَّی اللہ علیہ وسلَّم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

’يَمْكُثُ عِيسَى فِي الْأَرْضِ بَعْدَ مَا يَنْزِلُ أَرْبَعِينَ سَنَةً ثُمَّ يَمُوتُ وَيُصَلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ وَيَدْفِنُونَهُ» (المسلم،1422ھ،رقم الحديث:155)

”عیسیٰ علیہ السّلام نزول کے بعد چالیس سال زمین پر رہیں گے، پھر آپ فوت ہو جائیں گے، مسلمان آپ کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور آپ کو دفن کریں گے۔“

خلاصہ بحث

اس تحقیقی مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن و سنت اور عقل کے درمیان کوئی حقیقی تعارض موجود نہیں ہے۔ بظاہر جو اختلاف محسوس ہوتا ہے، وہ دراصل انسانی فہم کی کمی یا عقل کے غلط استعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔ وحیِ الٰہی کامل اور قطعی رہنمائی فراہم کرتی ہے، جبکہ عقل ایک محدود قوت ہے جسے صحیح سمت میں رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب عقل کو وحی کے تابع رکھا جائے تو وہ حقائق کو بہتر انداز میں سمجھنے اور ان سے صحیح نتائج اخذ کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا، اسلام میں عقل اور وحی کو ایک دوسرے کے مقابل نہیں بلکہ باہم معاون اور تکمیلی حیثیت حاصل ہے۔ ایک متوازن نقطۂ نظر یہی ہے کہ عقل کو وحی کی روشنی میں استعمال کیا جائے تاکہ انسان فکری، اخلاقی اور عملی زندگی میں درست راہ اختیار کر سکے۔ یہی طرزِ فکر اسلامی تعلیمات کی اصل روح اور حقیقی فہم کی ضمانت ہے۔